حضرت رسول کریمؐ کی خَاتَم، سِرَاجًا مُّنِيْرًا اور شَاهِدًا ہونے کا مفہوم

ہر داعی الی اللہ کو اپنے دائرہ میں سراج بننا ہوگا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ رفروری ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ
اَصِيْلًا ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ
وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ
مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ
بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ
وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ (الاحزاب: ۴۲ تا ۴۹)

پھر فرمایا:۔

یہ آیات جو سورۂ احزاب سے لی گئی ہیں اور جن کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ یہ آیت خاتم النبیین سے معاً بعد واقع ہیں اور ان کا آیت خاتم النبیین کے مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ ان کا تشریحی ترجمہ یوں ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرو، کثرت

سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرو اور ذکر کیا کرو۔ وَ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا یہاں تک کہ سوتے جاگتے، صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کیا کرو بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا کا لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ صبح بھی اور شام بھی مگر محاورہ میں ہم جب صبح و شام کہتے ہیں تو جیسے اُردو میں دوام کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے ویسے عربی محاورہ میں بھی بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا کا یہ مطلب نہیں کہ صبح کر لیا کرو اور پھر شام کو بلکہ دن رات صبح و شام خدا کی یاد کیا کرو اور تسبیح کیا کرو۔ هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ۔ یہ وہ خدا ہے، وہ اللہ ہے جو تم پر سلام بھیجتا ہے اَور تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اس کی متابعت میں ایسا ہی کرتے ہیں۔ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ تاکہ وہ تمہیں اندھیروں میں سے روشنی کی طرف نکال لائے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا اور وہ مومنوں پر بہت ہی رحم کرنے والا ہے تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ جس دن وہ اپنے رب سے ملیں گے تحفۃً ان کو سلام کہا جائے گا۔ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بہت ہی معزز اجر تیار فرما رکھا ہے۔ اے نبی! اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ہم نے تجھے شاہد بنا کر بھیجا اور مبشر بنا کر بھیجا اور نذیر بنا کر بھیجا یعنی ان قوموں پر جن کو تو مخاطب کر رہا ہے۔ ان پر بھی تجھے گواہ بنایا اور کیونکہ تو تمام عالمین کا پیامبر ہے اس لئے تمام عالمین پر تجھے گواہ بنا کر بھیجا گیا اور جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیات سے ثابت ہے تمام انبیاءؑ پر بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ شاہد ہیں تو شَاهِدًا کا مطلب یہ ہوگا کہ اے وہ نبی جسے ہم نے سب مخاطبین کے لئے تمام جہانوں کے لئے اس زمانہ کے لئے اور اگلے زمانوں کے لئے بھی اور پہلے انبیاءؑ کے لئے بھی اور آئندہ آنے والوں کے لئے بھی گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ وَ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا اور خوشخبریاں دینے والا اور ڈرانے والا۔

گواہ سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ان پر نگران مقرر فرمایا گیا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ وہ جو پہلے گزر گئے اور وہ جو بعد میں آنے ہیں یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کے بعد جنہوں نے پیدا ہونا ہے اور وہ جو اُس زمانے میں تھے مگر اُن پر آنحضور ﷺ کی براہ راست ذاتی نظر نہیں تھی اُن پر آپؐ کیسے گواہ ٹھہرے یا گواہ ٹھہریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ گواہ سے مراد ایسی کسوٹی ہے جس پر کسی دوسرے کے اعمال اور سچائی کو پرکھا جاتا ہے۔ گواہ جو گواہی

دیتا ہے کہ فلاں شخص نے جرم کیا یا فلاں شخص معصوم ہے اس کی گواہی سے اس کے اعمال کی برائی یا اچھائی ثابت ہوتی ہے اور اس کے نتیجہ میں اس سے ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ تو نبی کی گواہی سے مراد یہ ہے کہ نبی کے اعمال، اس کے اخلاق، اس کے اسوۂ حسنہ پر ان لوگوں کو پرکھا جائے گا اور اس پہلو سے آپ کا زمانہ ماضی پر بھی ممتد ہے یعنی تمام انبیاءؑ کی سچائی کے آپ ﷺ گواہ ہیں آپؐ کی کسوٹی پر انبیاءؑ کی صداقت کو اور ان کے مرتبے اور مقام کو پرکھا جائے گا۔ اب دیکھئے اس بات کا آیت خاتم کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ خاتم کا معنی ہے تصدیق کرنے والا تو تصدیق گواہ کیا کرتا ہے اور اگر وہ پختہ تصدیق ہو تو مہر کے ذریعہ اس کا مزید اثبات ہوتا ہے ورنہ بنیادی طور پر تصدیق اور گواہی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ تو خاتم سے مراد یہ ہوئی کہ ایسا گواہ آیا جو اگلوں پچھلوں، اس زمانے اور اُس زمانے سے تعلق رکھنے والوں کے لئے اور تمام جہانوں کے لئے ایک کسوٹی بنا دیا گیا۔ اس کے اعمال، اس کے اخلاق، اس کی نصیحت، اس کی ہدایات پر تمام گزشتہ انبیاء کے اعمال بھی پرکھے جائیں گے اور ان کے مقامات کی تعیین کی جائے گی اور آئندہ آنے والوں کے لئے بھی اور اس زمانے میں بھی ان سب کے جو خُدا کے حضور کسی رنگ میں جوابدہ ہیں آنحضرت ﷺ کے نمونے کے مطابق اور اس کے پیشِ نظر فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ کس مرتبے کس مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ بخشش کے لائق ہیں یا سزاوار تو شَاهِدًا سے مراد یہ ہے جس کا گہرا تعلق لفظِ خَاتَمَ سے ہے۔

وَمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ان معنوں میں جب کوئی شاہد بنتا ہے تو بعضوں کے لئے وہ خوشخبریاں لے کر آتا ہے اور بعضوں کے لئے وہ انذار لے کر آتا ہے یعنی ان کو ڈراتا ہے۔ جس کا مطلب دو طرح سے ہے۔ وہ جو گزر گئے یا جن تک براہ راست آنحضرت ﷺ کی رسائی نہیں ہوئی ان کے متعلق تبشیر اور انذار کا معاملہ ان کی عاقبت سے تعلق رکھتا ہے وہ خوش نصیب ہیں جو آنحضور ﷺ کے اسوہ کے مطابق بخشش کے لائق ٹھہرائے گئے اور وہ بدنصیب ہیں جو اس امتحان میں پاس نہیں ہو سکے، اس پر پورا نہیں اُتر سکے۔ تو اُن کے لئے بشارت اور ڈرانا یہ دونوں چیزیں اس دنیا میں فائدے کا موجب تو نہیں بن سکتیں لیکن ان کے انجام کے متعلق گواہ بن جاتی ہیں لیکن بہت سے ایسے لوگ ہیں جن تک نصیحت پہنچتی ہے اُن کے لئے بشیر اور نذیر ہونے کا مضمون یہ ہے کہ اگر تم

ایسا کرو گے تو تمہارے لئے خوشخبریاں مقدر ہیں۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمہارے لئے بہت بڑی رسوائیاں اور ذلتیں اور عذاب اور نامرادیاں ہیں۔ تو بشیر اور نذیر کا مضمون اس دنیا پر ہمارے اعمال کی اصلاح کی خاطر بھی استعمال ہوتا ہے اور اس دنیا پر ہمارے اعمال کے عواقب کو ظاہر کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے بعد ازاں فرمایا وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ اور ہم نے تجھے داعی الی اللہ بنایا ہے۔ بِإِذْنِهٖ اللہ کے حکم سے۔ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ اور ایک روشن چراغ بنایا جو دوسرے چراغوں کو بھی روشن کرنے والا ہے۔ جہاں تک یہ داعی الی اللہ کا محاورہ ہے ممکن ہے کسی اور نبی کے متعلق بھی ایسا محاورہ استعمال ہوا ہو لیکن میری نظر سے نہیں گزرا۔ یہ ایک ایسا محاورہ ہے جس کو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے لئے گویا خاص کیا گیا حالانکہ ہر نبی کا متبع داعی الی اللہ ہوتا ہے۔ دوسرے معنوں میں تو ضرور انبیاءؑ کے متعلق یہ لفظ ملتے ہیں لیکن اس ترکیب کے ساتھ کہ اے نبی! تو داعی الی اللہ ہے اُسے مخاطب کر کے لقب کے طور پر میرا مطلب ہے کہ کسی نبی کے متعلق میں نے یہ لفظ نہیں پڑھا کہ خدا نے اُسے اس لقب سے نوازا ہو کہ تجھے میں داعی الی اللہ بناتا ہوں اور تجھے داعی الی اللہ مقرر کیا جاتا ہے۔ بِإِذْنِهٖ، اللہ کے حکم سے۔ داعی الی اللہ تو سب ہیں لیکن تو ایک ایسا داعی الی اللہ ہے جسے خصوصیت کے ساتھ خُدا کے اذن کے ساتھ دعوت پر مقرر فرمایا گیا۔ یہ لقب خصوصیت سے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے اعزاز کے لئے اور آپ کے عالی مرتبہ کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یہاں بِإِذْنِهٖ نے ایک اور معنی پیدا کر دیا اور وہ یہ ہے کہ بہت سے ایسے کام ہیں جو انسان کے بس میں نہیں ہوتے اور ان کی طاقت سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اُس حد سے پرے دعاؤں کے اعجاز کا مضمون شروع ہوتا ہے اور وہ طاقتیں جو انسان کو میسر نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کو میسّر ہیں اس لئے اپنے بندوں کو وہ بعض دفعہ ایسے کاموں کے لئے کہتا ہے جو بظاہر ناممکن ہیں مگر خدا کی طاقت کے شامل ہونے سے وہ ظاہر ہو جاتے ہیں اور دنیا سمجھتی ہے کہ یہ خدائی کام تھا جو ایک بندے سے سرزد ہوا مگر انبیاءؑ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ ہماری طاقت نہیں ہے یہ اللہ کے حکم سے ایسا ہوا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جہاں مُردوں کو زندہ کرنے کا ذکر ہے اور معجزے دکھانے کا ذکر ہے وہاں وہ ساتھ ساتھ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے، اللہ کے حکم سے، میرا اس میں کوئی دخل نہیں۔

تو داعی الیٰ اللہ کا کام عام حالات میں آسان دکھائی دیتا ہے۔ مگر نتیجہ پیدا کرنے کے لحاظ

سے بہت مشکل کام ہے کیونکہ دراصل یہ مُردے کوزندہ کرنے والا کام ہے اور جیسا کہ حضرت مسیحؑ کے مُردوں کو زندہ کرنے کے مضمون کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اِذْنِہٖ کی وضاحت فرمادی اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی مُردوں کو زندہ کردینے والا قرار دیا، بیان فرمایا اور یہ وہی مضمون ہے جس کی طرف اشارہ ہے۔ آپؐ کیسے مُردوں کو زندہ کرتے تھے؟ دعوت الی اللہ کے ذریعہ اور جب دعوت الی اللہ کے ذریعہ مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور اللہ کے اذن سے ایسا ہوا کرتا تھا ورنہ روحانی مُردوں کو زندہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا خود تو روشن ہیں ہی لیکن روشن کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور یہ وہ مضمون ہے جس کا لفظ خَاتَمَ سے گہرا تعلق ہے۔ خَاتَمَ اُس مُہر کو کہتے ہیں جس میں کچھ تصویر کندہ ہو یا الفاظ کندہ ہوں اور اس میں یہ صلاحیت ہو کہ وہ جس چیز پر لگے اس میں اپنی جیسی شکل کے نشان پیدا کردے، اپنی جیسی شکل کے نقوش پیدا کردے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا خَاتَمَ قرار دیا جانا آپؐ کے فیوض کو بند کرنے کی طرف اشارہ نہیں بلکہ تمام فیوض کے جاری کرنے کی طرف کھلی دلالت ہے یعنی خَاتَمَ سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے آثار کو دوسروں میں پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ رجولیت کی نشانی ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ کوئی شخص نامراد اور لاولد نہیں ہے بلکہ اس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ آگے اپنے جیسے انسان پیدا کرسکے، اپنے جیسے مرد پیدا کرسکے۔ پس چونکہ آیت خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا پس منظر یہی بیان ہوا کہ دشمن آپ کو لاولد کہتے تھے یعنی کسی مرد کا والد نہ ہونے کی وجہ سے گویا آپؐ کی نسل منقطع ہونے پر دلالت کرتے ہوئے آپؐ کے لئے بعض سخت الفاظ استعمال کیا کرتے تھے جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے تو اُس پس منظر میں جب آپ لفظ خَاتَمَ کو پڑھتے ہیں تو یہ بات صاف دکھائی دیتی ہے کہ جو جو الزامات ہیں، جو جو پس منظر بیان کیا گیا ہے اس سب کی نفی فرمائی جارہی ہے اور نفی ان معنوں میں فرمائی جارہی ہے کہ دنیاوی لحاظ سے اگرچہ بظاہر تو مردوں کا باپ نہیں لیکن اے محمدؐ! ہم نے تجھے خَاتَمَ بنادیا، تجھ میں وہ صفات حسنہ پیدا کیں جو آگے تو دوسروں میں پیدا کرسکتا ہے اور روحانی میدان کے، تیرے جیسے مرد تجھ سے پیدا ہوں گے اور بکثرت پیدا ہوں گے۔ اسی مضمون کو دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ میں بیان فرمادیا گیا اور سِرَاجًا مُّنِيْرًا میں بیان فرمایا گیا۔ تو روشن چراغ ہے، ایسا چراغ جو دوسرے اندھے چراغوں کو بھی روشن کرسکتا ہے اور ایک کی بجائے دو تین چار پانچ

شمعیں روشن ہوتی چلی جائیں گی اور اس طرح کثرت کے ساتھ تیرا نور دنیا میں پھیل جائے گا۔

اس مضمون کی تائید میں اس سے پہلے جو آیات گزری ہیں وہ بہت بڑی گواہ بن جاتی ہیں کیونکہ خاتم النبین کی آیت کے معاً بعد خدا تعالیٰ نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا یہ ایک ایسا مضمون بیان ہوا ہے جس کے نتیجہ میں مومنوں پر واجب ہوگیا ہے کہ اب کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ وَسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا اور دن رات خدا تعالیٰ کی تسبیح کرو۔ اس مضمون کا ولادت کے ساتھ تعلق ہے، ایسی ولادت کے ساتھ تعلق ہے جو بہت عظیم الشان ہو اور اعجازی رنگ رکھتی ہو اور خاتم النبیین کا مضمون ان دو باتوں کے درمیان بیان ہوا۔ ایک طرف دشمن کا اعتراض کہ تم جیسے کسی مرد کا باپ نہیں اس طرح بیان فرما دیا گیا کہ اس اعتراض کی بے حقیقتی کو بھی ساتھ ظاہر کر دیا گیا دشمن کہتا تھا کہ مردوں کا باپ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس کا ذکر اس طرح فرمایا کہ ہاں تم جیسے مردوں کا باپ نہیں اور تم جیسے مردوں کا باپ ہونا عزت کا نہیں ذلت کا موجب ہے، رسوائی کا موجب ہے، نامرادی کا موجب ہے۔ ایسی ناپاک نسلیں چھوڑ کر جانے والا جو تمہاری جیسی نسلیں ہوں ہرگز کسی فخر کے لائق نہیں، کسی فخر کا حقدار نہیں تو دیکھیں اس اعتراض کو کیسے پیارے رنگ میں بیان فرمایا۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ (الاحزاب: ۴۱) ہاں ہاں یہ درست ہے کہ محمد تم جیسے مردوں کا باپ نہیں ہے۔ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ہاں اللہ کا رسول ہے اور رسول پیدا کرنے والا باپ ہے۔ ایسا باپ ہے جو کثرت سے ایسے انعام یافتہ لوگ پیدا کر سکتا ہے، کرتا رہا ہے اور کرے گا جن کی شان نبوت تک پہنچتی ہے۔

اسی مضمون کو اگلی آیات میں ایک اور رنگ میں یہ بتانے کے لئے بیان فرما دیا گیا کہ یہاں عظیم الشان روحانی ولادت کی خوشخبری دی جارہی ہے۔ ایک تو روحانی لحاظ سے عام پیدائش ہے وہ تو کثرت سے آنحضرت ﷺ نے مُردے زندہ فرمائے اور صحابہ میں نبوت کی شان رکھنے والے بڑے بڑے عظیم صحابہ پیدا ہوئے لیکن اس کے علاوہ کسی مخصوص ولادت کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ اس طرز بیان کی وضاحت کے لئے میں سورۂ آل عمران کی بیالیسویں آیت آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ حضرت زکریاؑ نے جب خدا تعالیٰ سے نشان کے طور پر ایک بیٹا

ایسی عمر میں مانگا جبکہ بظاہر بیٹا عطا نہیں ہو سکتا اور انسانی خواص اور صلاحیتیں مضمحل ہو چکی ہوتی ہیں اور ان میں کسی قسم کی اولاد پیدا کرنے کی استطاعت باقی نہیں رہتی بال سفید ہو گئے، ہڈیاں گل گئیں، بڑھاپا سر پر چڑھ گیا۔ یہ کیفیت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے تو اس کے بعد خدا تعالیٰ نے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک عظیم بیٹا عطا فرمائے گا۔ اس پر متعجب ہو کر حضرت زکریاؑ نے یہ عرض کیا کہ اے خدا! اگر یہ بات ہے تو مجھے کوئی نشان عطا کر کس طرح مجھے یقین ہو کہ ایسا ممکن ہے، میں کیا ترکیب کروں؟ کیا مجھ پر واجب ہے جس کے بعد مجھے تسلی ہو کہ ہاں اس کے نتیجہ میں وہ عظیم الشان بیٹا جو موعود بیٹا ہے مجھے عطا کیا جائے گا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا! قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا (ال عمران: ۴۲) کہ آئندہ تین دن تُو بھی انسان سے کلیۃً تعلق توڑ کر محض خدا کی یاد میں مصروف ہو جا۔ یعنی آئندہ تین دن ایک قسم کا تبتل اختیار کر لے۔ اپنے ساتھیوں، دوستوں، عزیزوں کسی سے بات نہ کر۔ اشارۃً ان سے کہہ دے کہ میرے یہ ایام اللہ کے لئے خاص ہیں اور میں ان ایام میں تمہیں کسی پہلو سے شامل نہیں کرنا چاہتا۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا (ال عمران: ۴۲) اور کثرت سے اللہ کا ذکر کر۔ وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ اور رات دن اس کی تسبیح کر۔

اب دیکھیں بعینہٖ وہی مضمون ہے جو آیت خاتم النبیین کے معاً بعد بیان فرمایا گیا۔ وہاں نبوت کے بند ہونے کی خبر نہیں بلکہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ کی روحانی نسل میں سے ایک عظیم الشان نبی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے اور اس مضمون کو یہ دعا ثابت کرتی ہے جو اس کے معاً بعد رکھی گئی کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا یہ وہی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود الہاماً حضرت زکریاؑ کو سکھائی اور اس بات کے نشان کے طور پر کہ اس دعا کے بعد یقیناً اللہ تعالیٰ پھر رجوع برحمت فرماتا ہے اور روحانی اولاد عطا فرمایا کرتا ہے۔ اسی دُعا کو خاتم النبیین کی آیت کے بعد مومنوں کو کثرت سے کرنے کی ہدایت فرمائی جس کا مطلب یہ ہے۔ کثرت سے خُدا کو یاد کرو اور دن رات صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تم پر مزید سلامتیاں بھیجے گا جو پہلے ہی تم پر درود اور سلام بھیج رہا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ کے عظیم الشان کوثر کا یہاں ذکر ہے اور میرے نزدیک خاتم کا مضمون اور کوثر کا مضمون دراصل ایک ہی

چیز کے دو نام ہیں، دو طرز بیان ہیں لیکن بنیادی طور پر بات یہی ہے کہ فیض مصطفےٰ ﷺ ناپیدا کنار ہے اس کی حد بندی ممکن نہیں۔ نہ مراتب کے لحاظ سے حد بندی ممکن ہے، نہ زمانے کے لحاظ سے، نہ جگہ کے اعتبار سے، پس وہ کون و مکان اور وقت کی قید سے آزاد اور بالاتر ایک مرتبہ ہے جو ایسا فیض ہے جو ہر حالت میں پہلوں کو بھی پہنچ سکتا تھا اور پہنچا۔ اس زمانے کے لوگوں کو بھی پہنچ سکتا تھا اور پہنچا اور آئندہ بھی پہنچتا رہے گا اور یہ فیض ایک عظیم الشان وجود کی صورت میں بھی ظاہر ہونے والا ہے جسے آنحضرت ﷺ کا عظیم روحانی فرزند قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس تشریح کے بعد اب جو داعی الی اللہ کا مضمون ہے اس کی طرف واپس آتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ کا فیض کیسے بنی نوع انسان تک پہنچے اور وسعت پذیر ہو اور پھیل جائے۔ اس مضمون میں مومنوں نے کیا کام کرنے ہیں۔ ان کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ پہلے خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرائض کی تعیین فرما دی۔ فرمایا۔ یہ وہ خاتم ہے جس کا فیض ان ذرائع سے دنیا میں پھیل رہا ہے اور پھیلتا چلا جائے گا اور خاتم کا فیض پھیلانے کے لئے سب سے زیادہ اہم ترین ذمہ داری خود حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ پر عائد ہوتی تھی تو فرمایا کہ تُو اس طرح اس فیض کو عام کر۔ فرمایا ہم نے تجھے شاہد بنا کر بھیجا ہے، مبشر بنا کر بھیجا ہے، نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ پیغام لوگوں کو دے۔ اس کے بغیر تیرے آنے کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا اور وضاحت کرتے ہوئے فرمایا وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ اور ہم نے تجھے اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا ہے اور یہ تینوں صفات جو تجھے عطا کی گئی ہیں اسی مقصد کو پورا کرنے کے ذرائع ہیں۔

خُدا کی طرف بلانے کا ایک ذریعہ شہادت کا بھی ہوتا ہے اور تبشیر بھی ایک ذریعہ ہے اور انذار بھی ایک ذریعہ ہے اور آنحضرت ﷺ کو یہ سارے ذرائع بڑی شان اور قوت کے ساتھ عطا فرمائے گئے۔ پس آج اگر ہم داعی الی اللہ بننا چاہتے ہیں تو اوّل یہ کہ ہر داعی الی اللہ کو مبارک ہو کہ یہ وہ لقب ہے جو خود خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ کو عطا فرمایا اور اس لقب میں شامل ہونے کے لئے اپنی توفیق کے مطابق اس میں حصہ پانے کے لئے ہر دعوت الی اللہ کرنے والا کوشش کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ سے ایک گونا مماثلت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کو دعوت کے لئے کیا کرنا چاہئے فرمایا نگران ہو، نگران سے مراد داروغہ نہیں ہے اس کی وضاحت

خدا تعالیٰ دوسری جگہ فرما چکا ہے۔نگران سے مراد یہ ہے کہ تمہارے قول، تمہارے فعل کا حسن، تمہارے اعمال کی دلکشی لوگوں کے لئے ایک ایسا نمونہ بن جائے کہ وہ اُن کے اپنے اعمال پر گواہ بن جائے۔وہ تمہارے آئینہ میں اپنی شکل دیکھا کریں اور معلوم کرلیا کریں کہ ان میں کیا کیا نقائص ہیں اور کن کن خوبیوں سے وہ محروم ہیں۔پس ان معنوں میں ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کو اپنے ماحول اور اپنے گردو پیش کے لئے اور خود اپنے گھر میں اپنی اولاد کے لئے گواہ بننا ہوگا اور وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی گواہی کے معنوں میں گواہ نہیں ہے،ان معنوں میں گواہی نہیں دے رہا جن معنوں میں آنحضرت ﷺ کی گواہی کا فیض دنیا کو پہنچا ہے تو اُس حد تک وہ دعوت الی اللہ کے کام کی اہلیت سے محروم ہوتا جاتا ہے۔

پس اسی لئے میں نے گزشتہ خطبہ میں اپنے روزمرہ کے اعمال کو سنوارنے اور اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی ہدایت کی تھی اس کا دعوت الی اللہ کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔آپ کو باہر بھی اور گھر میں بھی گواہ بننا ہوگا اور آپ کے خوبصورت اعمال دنیا کے لئے آئینہ کے طور پر پیش ہوں جن میں وہ اپنے چہرے دیکھیں اور آپ کی خوبیوں سے متاثر ہو کر اپنے اندر بھی ویسی خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں گویا کہ ایک دلکش وجود پیدا ہونا شروع ہو جائے اور یہی ہے جو دراصل خاتمیت کی مہر ہے جو آپ کے اوپر لگ رہی ہوگی۔محمد مصطفیٰ ﷺ کے حُسن کی بے نظیر مہر بالکل ویسی تو نہیں ظاہر ہوا کرتی لیکن جہاں تک آنحضرت ﷺ کی کوشش کا تعلق ہے آپؐ نے کامل سچائی کے ساتھ وہ مہر بعینہٖ اسی طرح ہر شخص پر لگانے کی کوشش ضرور کی ہے۔

یہ دو باتیں ایسی ہیں جن کو خوب باریکی سے سمجھنا ضروری ہے۔مہر سچی ہو تو وہ لازماً اپنی تمام صفات کو دوسرے تک پوری صفائی کے ساتھ منتقل کرنے کی اہلیت رکھتی ہے اور مہر کی سچائی اس کی اس خاصیت سے پرکھی جاتی ہے لیکن دوسری طرف بعض دفعہ مادہ کمزور ہوتا ہے۔میں نے دیکھا ہے کہ بعض کاغذ ایسے ہوتے ہیں جو اچھی بھلی مہر اوپر لگاؤ تو وہ اس کے نقوش کو پھیلا دیتے ہیں اور ان کے اوپر صحیح تصویر ابھرتی نہیں۔بعض چکنے کاغذ ہیں ان کے اوپر آپ جتنا چاہیں لکھنے کی کوشش کریں کوئی نقش بھی نہیں ابھرتا یا ابھرتا ہے تو جلدی مٹ جاتا ہے تو یہ قصور مہر قبول کرنے والے کے قصور ہیں۔جہاں تک مہر کی ذات ہے آنحضرت ﷺ کی مہر اپنی ذات میں کامل ہے اور اس مہر کے تین نقوش

ایسے بیان ہوئے ہیں جو ہر داعی الی اللہ کے لئے لازم ہے کہ انہیں اپنائے اور مستقل طور پر ان کو اپنے اوپر مرتسم کر لے اور ایک ان میں سے شَاھِدًا ہے، ایک ہے مُبَشِّرًا، اور ایک ہے، نَذِيرًا۔ شاہد کے متعلق میں پچھلے خطبہ میں بھی بیان کر چکا ہوں اور آج بھی کچھ وضاحت کی ہے۔

مبشر سے متعلق میں خصوصیت سے دعوت الی اللہ کرنے والوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ انبیاء پہلے خوشخبریاں دیا کرتے ہیں اور ڈرانے کی باری بعد میں آتی ہے۔ اس لئے جہاں بشیر اور نذیر کا ذکر آیا ہے، انذار بشارت کے بعد بیان ہوا ہے، بالکل واضح بات ہے۔ تو پہلے اس کے کہ آپ لوگوں کو ڈرا کرا اپنے سے بھی بھگا دیں اور بدکا دیں ضروری ہے کہ ان کو وہ خوشخبریاں بتائیں جن کے نتیجہ میں ان کی زندگیاں بدل جائیں گی تکلیفیں دور ہوں گی ان کے مسائل حل ہوں گے، ان کو کچھ حاصل ہوگا۔ ایسی بات کی طرف ان کو بلائیں جس کے نتیجہ میں ان پر واضح ہو چکا ہو کہ ہمیں ہر قسم کے فوائد میسر آئیں گے، ہماری دنیا بھی سنورے گی اور ہماری عاقبت بھی سنورے گی۔

پس تبلیغ کے لئے بشیر ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے اور شاہد کے بعد سب سے اول ہے۔ شاہد کا تعلق آپ کی ذات سے ہے۔ آپ اپنی ذات کو چمکائیں اور خوب تر بنائیں یہاں تک کہ آپ لوگوں کے لئے دلکشی کا موجب بن جائیں تا کہ آپ صحیح معنوں میں شاہد بن سکیں پھر بشارت کی باری آتی ہے۔ پھر آپ لوگوں کو خوشخبریاں دیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بچانے کے لئے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ قریب آ گیا، وہ ظاہر ہو گیا اس کے لئے کسی دوسرے واسطے کی ضرورت نہیں وہ تمہاری دعائیں بھی سنے گا۔ یہ وہ زمانہ ہے جہاں وہ بچوں کی دعائیں بھی سنتا ہے۔ اور اس کا فیض عام ہوتا چلا جا رہا ہے۔ تم اس خدا سے تعلق جوڑو تو تمہیں یہ فائدے ہوں گے۔ اور ان فوائد کو وہ اپنی شہادت کی نسبت سے بیان کرے کیونکہ سب سے پہلے اس کا اپنا وجود اس کے سامنے ہے بعض لوگ دوسروں کی مثالیں دے دے کر خدا کے پیار پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مضمون کا بھی فائدہ ہے اور ضرورت پیش آتی ہے۔ جو کمی انسان میں ہو وہ کمی دوسروں کی نسبتاً اعلیٰ درجہ کے وجودوں کی مثالوں سے پوری کی جاسکتی ہے۔ درحقیقت اسی کا نام شفاعت ہے لیکن اس کی باری بعد میں آئے گی پہلے اپنے متعلق تو بتائیں کہ میں نے خدا میں کیا دیکھا اور خدا سے کیا پایا۔

پس یہاں آپ کی شہادت سے مبشر کا ایک ایسا تعلق بھی قائم ہوا ہے جس نے شہادت

کا ایک نیا رُخ ہمارے سامنے رکھ دیا۔ آپ کو اس بات کا شاہد بننا ہوگا کہ ہاں ایک زندہ خدا موجود ہے اور یہ گواہی اپنی ذات میں دینی ہوگی۔ خدا کی ہستی کے سب سے زیادہ قوی ثبوت کے طور پر خود انبیاء کی ذات خدا کے سامنے پیش کی جاتی ہے دنیا کا کوئی مفکر، کوئی فلسفی کسی دلیل کے ذریعہ قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت نہیں کرسکتا جیسا کہ انبیاء کی ذات اپنی ذات میں خدا پر گواہ بن جاتی ہے۔ پس ان معنوں میں شاہد بننے کے لئے وہ خوبیاں جن کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے عمومی خوبیاں، اخلاقی خوبیاں، کمزوریوں سے پاک ہونے کی کوشش یہ ابتدائی قدم ہیں لیکن جب دعوت الی اللہ کے لئے نکلیں گے تو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ دور کے کوئی گواہ ان کے سامنے نہ رکھو، کوئی دور کی شہادتیں پیش نہ کرو۔ پہلے اپنی شہادت پیش کرو اور بتاؤ کہ میں نے خدا کو کیا دیکھا ہے، میں نے کیا پایا ہے، مجھ سے اس نے کیا سلوک کیا ہے، مجھے اس کے قریب ہونے سے کیا فائدے پہنچے۔ ان معنوں میں اگر آپ شاہد ہوں گے تو آپ مبشر بھی ہو جائیں گے۔

اگر ان معنوں میں شاہد نہیں ہوں گے تو آپ کی تبشیر بے معنی ہوگی۔ خود ہر قسم کے اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے مصیبتوں میں مبتلا، جب سہاروں کی ضرورت ہو تو بے سہارا محسوس کرنے والے، لوگوں کو خوشخبریاں دے رہے ہوں گے کہ آؤ ایک ایسے خدا کی طرف آؤ جو ہر قسم کی ضرورتیں پوری کرتا ہے، ہر قسم کے اندھیروں سے نکالتا ہے ہر قسم کے مصائب کو آسانیوں میں بدل دیتا ہے۔ ہر قسم کے غموں کو خوشیوں میں تبدیل فرماتا ہے ہر قسم کے رنجوں کو دور کرتا ہے، ہر قسم کے فکروں کو امیدوں میں تبدیل فرما دیتا ہے، یہ بشارتیں آپ کیسے دیں گے؟ یہ کہہ کر کہ تیرہ سو سال پہلے ایسا ہوا تھا اور دو ہزار سال پہلے ایسا ہوا اور اس سے پہلے ایسا ہوا تھا یہ باتیں تو پھر کسی کے دل کو لگیں گی نہیں۔ اپنی ذات میں ضرور آپ کو کوئی گواہی دینی ہوگی۔ اور میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ ایسے ذاتی تجارب عطا فرماتا ہے کہ جس کے نتیجہ میں وہ گواہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر ایک انسان اپنی ذات کو خوب ٹٹول کر دیکھے تو اُسے خدا کے وجود کی وہ جھلکیاں اپنی ذات میں دکھائی دینے لگیں گی۔ روزمرہ کی زندگی میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہر احمدی کو ایسے تجارب ہوتے رہتے ہیں جن کے ذریعہ اس کا ایمان تقویت پاتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ زمانہ خدا کے ایمان والا زمانہ نہیں رہا۔ اس قدر دہریت کا شہرہ ہے اور اس قدر مادہ پرستی ہے کہ بقول اکبر

ع یہ بُت پردہ نہیں کرتے، خُدا ظاہر نہیں ہوتا

کہ یہ بُت جو ہیں یہ پردہ نہیں کررہے، اللہ ظاہر نہیں ہورہا۔ اُس کے بعد کہتا ہے غنیمت ہے کہ میں کافر نہیں ہوتا یہ بھی شکر ہے کہ ان باتوں کے ہوتے ہوئے میں ابھی مومن ہوں اور کافر نہیں ہوا تو زمانہ ایسا ہے کہ جن پر خدا ظاہر نہ ہو جن پر دنیا کے بُت بے نقاب ہو چکے ہوں اور ہوتے چلے جارہے ہوں۔ مادہ پرستی اپنی تمام شان اور ظاہری سطحی حسن کے ساتھ ان کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہو تو وہ اگر ابھی بھی خدا کے قائل ہیں تو یہ اللہ کا احسان ہے نعمت ہے، خدا کا شکر ہے کہ وہ کافر نہیں ہوئے۔

پس اس پہلو سے احمدی اور غیر احمدی میں ایک فرق ہے احمدی اس لئے کافر نہیں ہوتا کہ اس نے خدا کو دیکھا ہے اور دیکھ رہا ہے اور ہر روز خدا اس پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ شدید سے شدید مصائب میں ہر تکلیف اور تنگی کے دور میں احمدی کے لئے خدا تعالیٰ کی دوستی کے نشان ملتے ہیں۔ اس کی زیارت کی جھلکیاں وہ دیکھتا ہے اور ہر شخص اپنی توفیق کے مطابق ایسا کرتا ہے یہ نہیں کہ ہر آدمی ولایت کے ایسے اعلیٰ مقام پر ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو کھلا کھلا صاف عظیم نشانات کے ذریعہ دکھائی دینے لگے مگر حسب توفیق جتنی کسی کی صلاحیت ہو اس کے مطابق خدا تعالیٰ اس پر ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

پس تبلیغ کے لئے ایک زندہ خدا کا اپنی ذات کے آئینہ میں دکھانا بہت ہی ضروری ہے۔ باقی سب دلائل اُس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور بعد میں آنے والی باتیں ہیں۔ پس مبشر بنیں اور پھر اُس کے بعد انذار کی باری آئے گی یعنی ڈرانے والی باتیں جن کو نذر کہتے ہیں وہ بتانے کے لئے بعد کا مضمون ہے۔ بعد کا وقت اس کے لئے مناسب ہے پہلے تبشیر، پھر ڈرانا۔ اور اس پہلو سے آپ پھر اُن کو آگاہ کریں کہ ان کے معاشرے میں کیا ہو رہا ہے۔ کتنے دکھ پھیل رہے ہیں، دن بدن مصیبتیں ان کو گھیرتی چلی جارہی ہیں، ان کے دلوں کے سکون اٹھتے چلے جارہے ہیں، ان کے گھر بے چین ہو گئے ہیں اور کسی کو کچھ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

آج کل بڑے زور سے انگلستان کے دانشوروں اور سیاستدانوں میں یہ بحث چل رہی ہے کہ جرم کیوں بڑھ رہا ہے اور ایک پارٹی دوسری پارٹی کو اس کا ذمہ دار قرار دیتی ہے۔ جو اپوزیشن والے ہیں وہ حکومت کی پالیسیز پر کہتے ہیں تمہاری وجہ سے تمہاری غلط پالیسیز کی وجہ سے یہ سب نقصان ہو رہا ہے حالانکہ یہ سب باتیں فرضی ہیں۔ جرم خدا سے دوری کے نتیجہ میں بڑھتا ہے اور اس کا

اس سے گہرا تعلق ہے یہ ایک Equation ہے جو سائنسی Equation ہے۔ اس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ ناممکن ہے کہ کوئی سوسائٹی خدا سے دور جارہی ہو اور دنیا کے کوئی ذرائع اُسے جرائم سے پاک وصاف کرسکیں، کوئی دنیا کا قانون ایسا نہیں کرسکتا۔ قانون تو انسانی جسم کی حدود سے باہر تک کام کرتا ہے اور جُرم کرنے، نہ کرنے یا اس کے رجحانات کا تعلق انسانی نیتوں سے ہے اور اُن خواہشات سے ہے جنہیں وہ آزاد بھی چھوڑ سکتا ہے اور پابند بھی کرسکتا ہے اور یہ وہ جگہ ہے، یہ انسان کی وہ کائنات ہے جس تک صرف خدا کی رسائی ہے۔

پس خدا پر ایمان جتنا کمزور ہوگا، خدا سے تعلق جتنا ہلکا ہوتا چلا جائے گا اسی قدر جرائم نے لازماً بڑھنا ہے۔ پس اس نسبت سے ان کو سمجھنا چاہئے اور پھر ان معنوں میں بھی یہاں شہادت دینی چاہئے کہ ہم نے تو خدا سے قریب ہوکر، ان برائیوں سے نسبتاً پاک ہوکر اس دنیا میں ہی ایک قسم کی جنت حاصل کرلی ہے۔ ہم غریب بھی ہیں تو ہمیں تسکین قلب نصیب ہے، ہم قربانیاں دیتے ہیں تو تکلیف کی بجائے لطف محسوس کرتے ہیں، تم چار آنے ٹیکس زیادہ دے دو تو ذہنی عذاب میں مبتلا ہوجاتے ہو۔ ہم ہزاروں روپے دے کر بھی اگر تکلیف محسوس کرتے ہیں تو صرف یہ کہ کاش ہم زیادہ دے سکتے لیکن اس میں بھی ایک لطف ہے۔ پس ہماری تکلیفوں میں بھی ایک سکینت ہے اس میں بھی جنت کا مزہ ہے اور تمہارے دنیا کے آراموں میں بھی ایک جہنم ہے۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے جو بالکل سچا ہے۔ آپ اپنے گردوپیش میں اپنے دوستوں کے حالات پر نظر ڈالیں جتنے بے تکلف ہوتے جائیں گے اتنا ہی آپ پورے یقین کے ساتھ خود بھی سمجھیں گے اور اُسے بھی سمجھا سکیں گے کہ دنیا کی لذتوں کی پیروی کے نتیجہ میں ایک قسم کا ہیجان تو مل جاتا ہے لیکن سکینت نہیں ملتی تسکین قلب نصیب نہیں ہوتا یہ صرف اللہ کی محبت اور اس کے ذکر سے ملتی ہے تو انذار سے یہ مراد نہیں ہے کہ کسی کو کہہ دیں کہ جاؤ تم جہنمی ہو۔ انذار سے مراد یہ ہے کہ اس کی جہنم اس کو اس طرح دکھائیں کہ آپ اُس کی تکلیف میں شامل ہوں، اُس کا دکھ محسوس کرنے والے ہوں اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کا انذار بعینہٖ اس طرز کا انذار تھا۔ ملّاں والا انذار نہیں تھا کہ مانتے ہو تو مانو نہیں تو جاؤ جہنم میں شلوار کا ایک پائنچہ ٹخنے تک اونچا ہوگیا تو کہہ دیا کہ جاؤ تم جہنمی ہو چکے ہو۔ کوئی سوال کر بیٹھے تو کہہ دیا کہ تم نے سوال ایسا کیا ہے کہ تم کافر ہوگئے۔ یہ انذار تو ظالمانہ انذار ہے، جہالت کا انذار ہے، تاریکیوں کی پیدائش ہے،

اس کا نور سے کوئی تعلق نہیں ۔نور محمد مصطفےٰ ﷺ سے اس کا دور کا بھی علاقہ نہیں ۔حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ کے انذار کا یہ رنگ ہے کہ دوسروں کو ڈراتے ہیں اور اُن کے غم میں خود ہلاک ہوتے چلے جارہے ہیں۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:۴) اے محمد ﷺ تو کیسا انذار کررہا ہے۔لوگوں کو ڈرارہا ہے اور اُن کے خوف سے اپنی جان کو ہلکان کرتا چلا جارہا ہے۔اُن کے دکھ میں خود مبتلا ہو گیا ہے۔اس رنگ سے،اس محمدی طریق سے انذار کریں تو پھر آپ کے انذار کے نتیجہ میں زندگی پیدا ہوگی۔خوف سے لوگ بدک کر دور نہیں بھاگیں گے بلکہ اس انذار کے باوجود آپ کے قریب آئیں گے۔پس مومن کی وہ تبشیر اور مومن کا وہ انذار جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے داب اور اسلوب اور طریق پر ہو وہ ایسا انذار ہے اور وہ ایسی تبشیر ہے جو لوگوں کو بڑی شان کے ساتھ اور بڑی قوت کے ساتھ کھینچتے ہیں اور اس طرح دعوت الی اللہ کا حق ادا کرنے کے اہل بن جاتے ہیں۔

بِاِذْنِهٖ فرمایا کہ تم جو چاہو کوشش کرلو یہ وہ کھیتی ہے جو پھل دعاؤں کے ذریعہ دے گی محض ہل چلانے اور محنت کرنے کے نتیجہ میں خود بخود اس میں پھل نہیں لگیں گے کیونکہ یہ مُردوں کو زندہ کرنے والا معاملہ ہے۔یہ دنیا کے عام قوانین سے بالا ایک قانون ہے جبکہ ساری دنیا کی توجہ مادہ پرستی کی طرف ہو اور ان کو ہر قسم کی ظاہری لذتیں میسر ہوں ان کو بظاہر ایک اجاڑ زندگی کی طرف کھینچ لانا،کامل آزادی کی زندگی سے پابندیوں کی ایک زندگی کی طرف دعوت دینا،باہر کی آزاد دنیا میں سانس لینے کی بجائے محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہونے والے قوانین کے زنداں خانے میں داخل ہونے کی دعوت دینا۔جہاں صبح شام اٹھتے بیٹھتے ہر قدم پر قدغنیں ہوں گی۔ایسی پابندیاں ہوں گی کہ یہ نہیں کرنا،یہ کرنا ہے اور وہ کرنا ہے تو ایسی زندگی کی طرف دعوت دینا کوئی آسان کام تو نہیں۔دعوت آپ جس طرح چاہیں دے دیں دلوں کو بدلنا آپ کے قبضہ میں نہیں ہے وہ دعا سے حاصل ہوتا ہے۔تو بِاِذْنِهٖ سے مراد یہ ہے کہ اگر محمد مصطفیٰ ﷺ نے خدا کے اذن سے مردے زندہ کئے تھے،اگر آپ کی دعوت کو اللہ کے اذن سے پھل لگے تھے تو پھر اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلامو! تم جو بہت ادنیٰ مقامات پر فائز ہو تم اس وہم کا کیڑا ابھی اپنے دماغ میں داخل نہ ہونے دینا کہ محض تمہاری کوششوں سے تمہاری دعوت الی اللہ کامیاب ہو جائے گی بِاِذْنِهٖ کی طرف نظر رہے اور اللہ سے اذن حاصل کرنے کے

لئے دعائیں کرنی ہوں گی۔

ان معنوں میں اگر آپ دعوت کریں اور ان شرطوں کے ساتھ دعوت کریں تو یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کی دعوت بے اثر اور بے ثمر رہ جائے۔ چنانچہ اس کے معاً بعد ایک دوسرا پہلو یہ بیان فرمایا کہ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ تُو ایسا چراغ ہے جو اپنی روشنی کو اس طرح دوسروں میں منتقل کرتا ہے کہ وہ بھی چراغ بن جاتے ہیں یعنی ایسا خَاتَم ہے جو آگے چھوٹے چھوٹے خَاتَم پیدا کرتا ہے اور اگر چہ آنحضرت ﷺ کی خاتمیت بے مثل اور بے نظیر ہے مگر اپنے مرتبے اور اپنے مقام کے لحاظ سے بے مثل اور بے نظیر ہے اپنی بنیادی صفات کے لحاظ سے بے مثل اور بے نظیر ورنہ خاتمیت رہے ہی نہ۔ خاتمیت کے بے مثل اور بے نظیر ہونے کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ ویسا اور کوئی پیدا نہیں ہوگا۔ ایک یہ کہ جس صفائی اور شان کے ساتھ آپ کو اپنی صفات دوسروں میں منتقل کرنے کی طاقت بخشی گئی ہے ویسی کبھی دنیا میں کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ ان معنوں میں آپ کی خاتمیت بے نظیر ہے لیکن اگر خاتمیت کے بے نظیر ہونے کا یہ معنی لیا جائے کہ وہ صفات کسی دوسرے میں منتقل ہو ہی نہیں سکتیں۔ وہ نقوش کسی قیمت پر آگے کسی اور میں ظاہر نہیں ہوں گے خواہ کتنی مہریں لگائیں تو یہ خاتمیت کے انکار کرنے کے مترادف ہے، یہ تو خاتمیت کو کالعدم قرار دینے کے مترادف ہے۔ ایک طرف مہریں بناتے جائیں اور دوسری طرف مہریں مٹاتے چلے جائیں۔ ایسا غیر معقول تصور خدا کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ پس ان معنوں میں آپ کو بھی خَاتَم بننا ہوگا اور اپنی صفات کو دوسروں کی طرف منتقل کرنے کی صلاحیت پیدا کرنی ہوگی گویا ایسے سراج بننا ہوگا جو آگے چراغ روشن کرسکیں اور یہ بات بہت ہی فصیح و بلیغ مثال کے ذریعہ بیان فرمائی گئی ہے آنحضرت ﷺ جو چراغ روشن فرماتے تھے وہ چراغ آنحضرت ﷺ کی مثل نہیں بن جایا کرتا تھا۔ محمد مصطفی ﷺ کا چراغ بے مثل اور بے نظیر رہا لیکن چراغ کی بنیادی صفات ضرور دوسرے میں منتقل فرما دیا کرتے تھے۔ پس ان معنوں میں ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کو اپنے نور کو دوسروں میں منتقل کرنے کی صلاحیت اختیار کرنی ہوگی اور یہاں دعوت الی اللہ کا ایک بہت ہی اہم نکتہ بیان فرما دیا گیا جس سے غفلت کے نتیجہ میں ہم بہت سے پھلوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔ جس نے دعوت الی اللہ کی ہے اس کا فرض ہے کہ جس کو خدا کی طرف بلایا ہے۔ اس کی تربیت بھی کرے اور اس وقت تک مطمئن نہ ہو جب تک اس حد تک مستحکم نہ کر لے

جس حد تک وہ خود مستحکم ہے۔ اسوقت تک مطمئن نہ ہو جب تک وہ ساری صفات حسنہ جو اس نے اسلام سے اخذ کی ہیں اُس دوسرے شخص میں جاری کرنے کی کوشش نہ کرلے گویا اپنا Duplicate پیدا کرلے۔ اپنے جیسا دوسرا وجود پیدا کرے ور یہاں وہ بے مثل ہونے والا مضمون صادق نہیں آتا جو آنحضرت ﷺ کے تعلق میں میں نے بیان کیا ہے۔ یہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جس کو آپ اپنا نور عطا کررہے ہیں وہ چراغ آپ سے بھی زیادہ روشن ہوجائے اور یہی وہ کوشش ہے جو ہر مومن کو کرنی چاہیئے چراغ بنانا آپ کا کام ہے، اپنے نور کو اس میں منتقل کرنے کی کوشش کرنا آپ کا کام ہے اور پھر یہ بھی دعا کرنی چاہیئے اے خدا اگر اس کی صلاحیتیں زیادہ ہیں تو اُسے روشن تر بنادے۔ ایسے احمدی آپ پیدا کریں گے تو وہ محفوظ احمدی ہیں ان تک شیطان کی رسائی نہیں ہوسکتی، ان کے ضائع ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے، اُس کے گرد آپ نے حصار بنادی ہے۔ ان معنوں میں دعوت الی اللہ کے جو پھل ہیں ان کو دوام بخشا جاتا ہے اور یہ وہ کام ہے جو بڑے اور چھوٹے سب برابر کرسکتے ہیں آنحضرت ﷺ کی خاتمیت کا فیض حاصل کرنا اور شاہد بننا یہ بچوں کے بس کی بھی بات ہے۔ احمدی بچوں کے متعلق میں نے کئی دفعہ واقعات سُنے ہیں کہ اُن کے اردگرد کے بچے کیونکہ اُن سے مختلف دکھائی دیتے ہیں اس لئے جب ماں باپ کبھی سکول جائیں تو ان کے بچوں کے اساتذہ اُن سے واضح طور پر پوچھتے ہیں کہ تم کیسی تربیت کررہے ہو۔ تمہارے بچوں کے اخلاق اور عادات ان دنیا کے عام بچوں سے حیرت انگیز طور پر بہتر ہیں اور بہت سی جگہ احمدی بچوں کو عملاً داد دینے کے لحاظ سے کلاس کے لئے نمونہ بنا کر پیش کیا گیا۔ بعض احمدی بچوں نے مجھے خطوں میں لکھا کہ ہماری استانی نے یا استاد نے ہمیں کہا کہ کلاس میں لیکچر دو کہ تم کیا ہو اور جو تم ہو یہ کس طرح بنے ہو تو شاہد تو وہ بن گئے۔ اس لئے شاہد بننے کے لئے بڑھاپے کا انتظار نہیں کرنا۔ بچپن سے ہی آپ شاہد بن سکتے ہیں۔ بچپن ہی سے آپ کو شاہد بنانے چاہیں اور ان معنوں میں آپ کی خاتمیت کا اثر آپ کے بچوں پر پڑنا چاہیئے کہ ان میں آنحضرت ﷺ کی صفاتِ حسنہ کی جھلکیاں دکھائی دینے لگیں اور پھر وہ آگے تبشیر بھی کریں اور انذار بھی کریں۔

جو احمدی طالب علم ایسا کرتے ہیں خدا کے فضل سے اگر وہ دعا گو ہوں اور نیکی ہو تو ان کو پھل لگتے ہیں اور بالعموم میں نے دیکھا ہے کہ جیسا تبلیغ کرنے والا ہو عموماً اس سے فیض یافتہ نو احمدی بھی اُس کے اخلاق کی کچھ نہ کچھ جھلکیاں ضرور اخذ کرلیتا ہے۔ اس کی ادائیں ویسی ہی ہوجاتی ہیں۔

اس کی قلبی کیفیات بھی اسی نہج پر چل پڑتی ہیں ۔ابھی چند دن ہوئے ایک احمدی لڑکی جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک اعمال، نیک فطرت اور اچھا اثر رکھنے والی بچی ہے، کالج میں پڑھتی ہے وہ ایک لڑکی کو لے کر آئی جسے وہ ایک دفعہ پہلے بھی لے کر آئی تھی ۔ وہ ایک انگریز لڑکی ہے۔ جب پچھلی دفعہ وہ مجھے ملی تو اس نے چند سوالات کئے اور مجھے کہا کہ اسلام میں میری دلچسپی تو صرف اس لڑکی کی وجہ سے ہے۔ یہ سب سے مختلف ہے۔اس میں سب سے زیادہ اعلیٰ اخلاق ہیں اور اس کی ذات میں ایک ایسی روحانی کشش ہے کہ میں فطرتاً اپنے آپ کو اس کی طرف مائل پاتی ہوں اس لئے میں نے تو جو کچھ اثر قبول کیا ہے اس کی ذات سے کیا ہے۔اب آگے جب یہ مجھے مسائل بتاتی ہے تو انہیں سمجھنا بھی ضروری ہے کیونکہ صرف ذات کافی نہیں۔ اس نے شاید چند سوال کئے یا ایک دو کئے اور باقیوں کے متعلق بعد میں بات کرنے کا فیصلہ ہوا اور وہ بچی چلی گئی ۔اب جو چند دن پہلے آئی تو اُس نے کہا اس عرصہ میں میں کافی مطالعہ بھی کر چکی ہوں ۔ مطالعہ تو جاری رہے گا لیکن یہ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میرا دل یقین سے بھر گیا ہے اور میں بیعت کرنا چاہتی ہوں لیکن خدا کے لئے مجھے رمضان سے پہلے پہلے مسلمان بنالیں تا کہ میرا رمضان ضائع نہ جائے۔ میں نے کہا تم ابھی بنو۔ یہ بات جو تم نے کہی ہے اس کے بعد میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی چین محسوس نہیں کروں گا اگر میں تمہیں فوراً اسلام میں باقاعدہ داخل نہ کرلوں۔ ملاقاتیں ختم ہونے پر آخر پر اُس نے بیعت کی۔ آخری ملاقات تھی۔ بیعت کے بعد مجھے اتنی خوشی محسوس ہوئی کہ میں نے بے اختیار اُسے کہا You have made my day اُس نے بے ساختہ اس کے جواب میں یہ کہا کہ and you have made my life میں نے کہا کہ تم نے میرا دن بنا دیا۔ اُس نے کہا آپ نے تو میری زندگی بنادی۔ مگر میں دعوت الی اللہ کرنے والوں کو خوشخبری دیتا ہوں کہ جب وہ کسی کی زندگی بنائیں گے تو خدا اُن کی ایک اَور زندگی بنادے گا اور یہ ایک ایسا جاری فیض ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ اس سے محرومی، زندگی کو ضائع کرنا ہے۔ اس لئے ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ دعائیں کرتے ہوئے اس کام کو آگے بڑھائیں۔ اپنے روحانی پھلوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ان کی لذّتوں سے فیضاب ہوں اور آگے اُن کو سراج بنا دیں ایسا سراج جو اَور چراغ روشن کرنے والا سراج بن جائے۔ آمین